اپنی تنظیم کا ایک طویل میٹنگ کیا۔ اس تنظیم کا نام بدل کر سوشلسٹ ری پبلکن آرمی نام رکھا گیا۔ اس جماعت کے افسر اعلیٰ چندر شیکھر آزاد تھے جن کی برطانوی پولس کو شدت سے تلاش تھی۔ آخر کار وہ پولس کے ہاتھ لگے اور پولس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ اب اس جماعت کا صدر دفتر آگرہ میں منتقل ہوگیا۔ اسی سال لالہ لاجپت رائے کا پولس کی شدید مار کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ اب بھگت سنگھ سوشلسٹ پارٹی کے روح رواں بن گئے۔ ایک انقلابی رہنما کی حیثیت سے پولس کو بھگت سنگھ کی تلاش تھی کیونکہ پولس کی نظروں میں بھگت سنگھ مفرور تھے۔

1928ء میں کانگریس کا اجلاس کلکتہ میں ہونے والا تھا۔ کلکتہ میں بھگت سنگھ باغی جماعتوں کے خفیہ دستے میں شامل ہوگئے۔ وہ ملک کو آزاد کرانے کے لیے ہتھیار بند بغاوت کے ذریعہ آخری کوشش کرنا چاہتے تھے۔ اسی دوران 8 راپریل 1929ء کو دہلی میں عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ بھگت سنگھ کی پارٹی سوشلسٹ ری پبلکن پارٹی کے دو ارکان اسمبلی ہال میں اجلاس کے دوران گھس گئے اور سرکاری افسران کی طرف دو طاقتور بم پھینکے، جس سے اسمبلی ہال تھرا اٹھا۔ بم پھینکنے والے بھگت سنگھ اور بی۔ کے۔ دت تھے۔ آخر ان دونوں کو گرفتار کرلیا گیا اور طویل مقدمہ کے بعد دونوں کو عمر قید کی سزا دی گئی اور دوسرے رکن جے۔ این سانیال بھی گرفتار کر لیے گئے۔

سردار بھگت سنگھ جیل میں بھی اپنی انقلابی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ جیل سے باہر کی دنیا کے لوگ بھی ان کی سرگرمیوں سے واقف تھے۔ چنانچہ انہیں پورے ملک کے انقلاب پسندوں کے بیچ کافی شہرت ومقبولیت حاصل ہوگئی۔ اب وہ ہندوستان میں انقلاب کی علامت بن چکے تھے۔ آخر کار 17 راکتوبر 1930ء کو ایک اسپیشل ٹریبونل عدالت نے سکھدیو، شیو رام راج گرو اور سردار بھگت سنگھ کو پھانسی کی سزا سنائی۔ عدالت کے اس فیصلے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔

دہلی، بمبئی، کانپور، الہ آباد اور بنارس وغیرہ مقامات پر بے شمار کامیاب جلسے ہوئے اور ان جلسوں میں سردار بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ عقیدت کا اظہار کیا گیا۔ آخر کار 23 رمارچ 1931ء کو سوموار کے دن صبح ساڑھے سات بجے بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دے دی گئی۔

مشقی سوالات

1. ایک انقلابی کی حیثیت سے بھگت سنگھ کا جائزہ لیجیے۔
2. بھگت سنگھ کی پھانسی کے واقعہ پر روشنی ڈالیے۔

بھارت چھوڑو تحریک

جدوجہد آزادی کی تحریک مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے اب فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکی تھی۔ گاندھی جی کے ذہن میں یہ خیال رفتہ رفتہ پختہ ہوتا جارہا تھا کہ ہندوستان کو جاپان کے حملہ کے خطرے سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہندوستان کو مکمل آزادی حاصل ہوجائے۔ اس کے لیے برٹش گورنمنٹ اور انگریزوں کا ملک چھوڑ دینا بہت ضروری ہے۔ آخر کار گاندھی جی نے فیصلہ کرلیا کہ وہ خود ہی علم بغاوت بلند کریں گے اور انگریزوں سے ہندوستان چھوڑ دینے کا براہ راست مطالبہ کریں گے۔

اس سلسلہ میں کانگریس ورکنگ کا 1942ء کے ماہ جولائی میں واردھا میں ایک اجلاس ہوا جس میں ایک ہفتہ تک بھارت چھوڑو تحریک کے موضوع پر گرما گرم بحث ہوتی رہی اس میں کرپس مشن کی ناکامی پر بھی بحث ہوئی۔ کرپس مشن کی تجاویز سے یہ صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ ہندوستان کے تعلق سے برٹش گورنمنٹ کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ اس کی وجہ سے سرکار سے کانگریس کا ٹکراو ناگزیر ہوگیا۔ چنانچہ کافی غور وخوض کے بعد ایک قرار داد منظور کیا گیا جس میں گذشتہ واقعات بیان کرتے ہوئے 'انگریزو بھارت چھوڑو' کی تحریک سے متعلق تفصیلات بیان کی گئیں جن میں دیگر اہم مسائل جیسے ہندوستان کو جاپانی حملہ کے خطرہ سے بچانا، فرقہ وارانہ مسئلہ کو حل کرنا وغیرہ شامل تھے۔ ان مسائل کے حل اسی وقت ممکن ہوسکتے تھے جب انگریز بھارت چھوڑ کر چلے جائیں اور ملک آزاد ہوجائے۔ اس لیے کہ انگریزوں کی پالیسی ایسی تھی کہ اس کی موجودگی میں مذکورہ مسائل حل نہیں ہوسکتے تھے۔ اس تجویز میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ انگریزوں کے بھارت چھوڑنے کا یہ مطلب قطعی نہیں تھا کہ سارے انگریز چلے جائیں بلکہ وہ انگریز جنہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھ لیا ہے وہ ہندوستان میں رہ سکتے ہیں صرف حکمراں طبقہ کو ہندوستان چھوڑ کر چلے جانا ہے۔

اس طرح انگریزوں کی پرامن واپسی کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک پائیدار عبوری حکومت قائم کرنے

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

میں مدد ملے گی۔ کانگریس جلدی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتی تھی لیکن اگر ان معقول تجاویز کو منظور نہیں کیا گیا تو پھر وہ سیاسی حقوق اور آزادی کے حصول کی خاطر عدم تشدد کے تمام حربے استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اور اتنی بڑی جدوجہد کی قیادت لازمی طور پر گاندھی جی کے ہاتھوں میں ہوگی۔

قرارداد کو اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔ اب بھارت چھوڑو تحریک کو عملی شکل دینے کے لیے ملک کا ہر شخص بے چین ہو اٹھا۔ اس بے چینی میں انتظار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس تاریخی موقع پر گاندھی جی نے کہا:

'یہ ایک عوامی جدوجہد ہوگی۔ اس میں کوئی راز نہیں ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی مہم ہوگی۔ میں کمانڈر یا کنٹرولر کی حیثیت سے نہیں بلکہ آپ سب کے اطاعت گزار خادم کی حیثیت سے اس مہم کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔ میں آپ کے تمام مصائب میں شریک بننا چاہتا ہوں۔'

ادھر برٹش گورنمنٹ نے بھی اپنی پرانی سامراجی پالیسی کے تحت بھارت چھوڑو تحریک سے نپٹنے کے لیے پہلے سے ہی سارے انتظامات کرلیے تھے۔ چنانچہ 8 / اگست 1942ء کو آدھی رات کو گاندھی جی سمیت تمام کانگریس لیڈران کو گرفتار کرلیا گیا۔ کانگریس کی تمام صوبائی کمیٹیوں کو غیر قانونی قرار دے کر ان کے رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ ممبئی میں پولس نے کانگریس کے دفتر پر قبضہ کرلیا۔ تمام جلسہ جلوس کو ممنوع قرار دیا گیا۔ ایک بڑی ریلی پر آنسو گیس چھوڑے گئے اور لاٹھی چارج کیا گیا۔

برٹش سرکار کے اس جابرانہ عمل سے عوام بری طرح مشتعل ہوگئے۔ سرکار سمجھتی تھی کہ تحریک کے آغاز میں ہی لیڈروں کو عوام سے الگ کرکے وہ معاملے کو دبا سکتی ہے لیکن انگریزوں کا یہ خیال غلط نکلا اور عوام کا اشتعال رنگ لایا اور پرتشدد مظاہرے ہونے لگے جن پر طیاروں سے فائرنگ کی گئی۔ عوام کا غصہ اور بڑھ گیا۔ اب ریلوے لائن اکھاڑے جانے لگے۔ پوسٹ آفس اور پولس اسٹیشن کو جلانے کا سلسلہ چل نکلا۔ اس قسم کے دوسرے واقعات بھی ہوتے رہے اور ان کو دبانے کی کوشش بھی ہوتی رہی۔ تشدد کا یہ سلسلہ تین مہینے تک چلتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ سرکار کا ظلم بھی جاری رہا۔ مشین گن سے فائرنگ نیز دوسری فائرنگ کے علاوہ مدناپور آشتی اور چیمود میں عوام پر زبردست مظالم ڈھائے گئے۔ پورے پورے گاؤں کو کوڑے مار کر ہلاک کردیا گیا۔ بنارس ہندو یونی ورسٹی بند کردی گئی اور اس پر فوج نے قبضہ کرلیا۔

اگست سے دسمبر 1942ء تک کے عرصہ کی گورنمنٹ آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق پولس نے کم از کم 538 مرتبہ مظاہرہ کرنے والے مجمع پر گولیاں برسائیں جس کے نتیجے میں 940 افراد ہلاک اور 1630 افراد زخمی ہوئے۔ لیکن جواہر لعل نہرو کا اندازہ تھا کہ دس ہزار لوگ ہلاک اور ساٹھ ہزار لوگ گرفتار ہوئے۔

اس طرح دسمبر 1942ء میں یہ تحریک یعنی 'انگریزو بھارت چھوڑو تحریک' بظاہر بغیر کسی نتیجہ کے اپنے انجام کو پہنچی۔ لیکن اس تحریک کے دوررس نتائج مرتب ہوئے۔ یہ تحریک دراصل 1947ء کی آزادی کا زبردست پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

مشقی سوالات

1. بھارت چھوڑو تحریک کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالیے۔
2. کیا بھارت چھوڑو تحریک نے ملک کی آزادی کو قریب تر کر دیا؟ بحث کیجیے۔

ABDIEL SOLUTIONS
ABSOL
PATNA

تقسیم ملک اور آزادی

ہندوستان میں جدوجہد آزادی کی ایک طویل تاریخ رہی ہے۔ آزادی کی اس طویل لڑائی کو ہمارے قومی رہنماؤں نے، جس میں ہر مذہب اور ہر طبقہ کے رہنما شامل تھے، اتحاد و اتفاق کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔ یہ ہماری قومی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ ہمارے قومی رہنماؤں کی بے مثال قربانیوں اور مضبوط اتحاد نے انگریزوں کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اس ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ آخر کار 15 اگست 1947ء کو وہ سنہرا دن بھی آیا جب پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند نے لال قلعہ کی بلند فصیل سے ملک کی آزادی کا اعلان کیا۔

ملک آخر کار انگریزوں کی غلامی سے آزاد تو ہو گیا لیکن تقسیم کا ایک گہرا زخم بھی دے گیا۔ آزادی کے ساتھ ہندوستان بھی تقسیم ہو گیا اور پاکستان کے نام سے ایک جغرافیائی، سیاسی خطہ وجود میں آ گیا۔ پاکستان کے قیام نے ہندو اور مسلمان کے درمیان نفرت کا ایک بیج بو دیا۔ یہ دونوں فرقے جو ہزار سال سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے آرہے تھے، اچانک ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔

پاکستان کا اولین تصور چودھری رحمت علی نے دیا تھا۔ چودھری صاحب جب 1933ء میں کیمبرج یونی ورسٹی کے طالب علم تھے تو انہوں نے وہیں 'پاکستان نیشنل موومنٹ' نام سے اک تنظیم قائم کی اور تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی تجویز پیش کر دی۔ لیکن چودھری رحمت علی کی اس تجویز کو اس وقت مسلمانوں کی نمائندہ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے نامنظور کر دیا۔ تاہم تحریک آزادی کے دوران کانگریس کے بعض موقع پرست لیڈروں کو موقع مل گیا اور 1940ء میں مسلم لیگ نے لاہور کے سالانہ اجلاس میں تقسیم ہند کی قرارداد کو منظور کر لیا۔ اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور مشرق میں وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، کو ملا کر ایک جداگانہ آزاد اور خودمختار ریاست بنادی جائے۔

ایک طرف مسلم لیگ اس کوشش میں تھی کہ پاکستان کے مطالبہ کو زوردار بنایا جائے تو دوسری طرف

مسلمانوں کی چند قوم پرست جماعتیں ملک کے اتحاد و سالمیت کو ہر قیمت پر برقرار رکھنے کے لیے کوشاں تھیں۔ چنانچہ 1940ء میں جب مسلم لیگ کے لاہور اجلاس میں پاکستان کی قرارداد کو منظور کرلیا گیا تو اس کے چند ہفتوں بعد ہی 'آزاد مسلم کانفرنس' کے نام سے قوم پرور مسلمانوں کا اجتماع ہوا جسے جمعیۃ علماء ہند، احرار اسلام ہند، آل انڈیا مومن کانفرنس، آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس، انڈی پینڈنٹ پارٹی بہار وغیرہ نے متفقہ طور پر منعقد کیا تھا۔ یہ اجلاس چار دنوں تک چلا اور اس میں تقریباً ستر ہزار افراد شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں ایک تجویز منظور کر کے تقسیم ہند کے مطالبے کی مخالفت کی گئی۔

اسی دوران کانگریس مجلس عاملہ کی میٹنگ جو دہلی میں جولائی 1940ء میں منعقد ہوئی، اس میں کانگریس نے ہندوستان کی مکمل آزادی کے اعلان کی مانگ کو پھر دہرایا اور یہ مطالبہ کیا کہ برٹش گورنمنٹ فوری اقدام کے طور پر مرکز میں ایک قومی عبوری حکومت کی تشکیل کرے لیکن برٹش سرکار نے کانگریس کے اس مطالبہ کو نامنظور کردیا۔

سرکار کی اس حرکت سے ناراض ہو کر گاندھی جی نے سول نافرمانی تحریک چلانے کا فیصلہ کرلیا۔ جب سول نافرمانی تحریک کو عملی جامہ پہنایا گیا تو کانگریس کے اکثر قومی رہنما بشمول گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد اور جواہر لال نہرو وغیرہ بھی گرفتار کرلیے گئے۔ اس لیے سول نافرمانی تحریک جوش میں آنے سے پہلے ہی سرد پڑگئی۔ اس کے بعد برٹش گورنمنٹ نے ہندوستانیوں کے سامنے سمجھوتے کی ایک تجویز رکھی جس کو تحریک آزادی ہند کی تاریخ میں کرپس اسکیم کہتے ہیں۔ اس سمجھوتہ کے لیے برطانوی کابینہ کے ایک خاص رکن سر اسٹیفورڈ کرپس مارچ 1942ء میں دہلی پہنچے اور ہندوستان کے مختلف سیاسی رہنماؤں سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی تجاویز کی اشاعت کردی۔ ان تجاویز کے دو خاص حصے تھے۔ پہلے حصہ میں ہندوستان کو آئین بنانے کا طریقہ بتایا گیا۔ اور دوسرے حصہ میں یہ بتایا گیا کہ عارضی طور پر حکومت ہند کا کام چلانے کے لیے وائسرائے کی موجودہ کانسل میں کیا تبدیلی ہوگی۔ اس تجویز میں بعض ایسے نکات بھی تھے جن میں مسلم لیگ کے پاکستان کے مطالبہ کو بالواسطہ طور پر مان لیا گیا تھا۔

اس کے باوجود کرپس مشن کی اس تجویز کو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے مسترد کردیا۔ اس کے بعد برٹش سرکار کے خلاف ہندوستانیوں میں ناراضگی اور نفرت بہت تیزی سے بڑھنے لگی۔ اب کانگریس نے لوگوں کی

ناراضگی کا فائدہ اٹھا کر اگست 1942 ء میں اپنے بمبئی کے اجلاس میں گاندھی جی کی قیادت میں 'انگریزو ہندوستان چھوڑ' تحریک چلانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس تحریک کو ملک گیر پیانے پر نہایت منظم انداز میں چلایا گیا۔ انگریزوں نے جب اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی تو تشدد بھڑک اٹھا اور تحریک کاروں نے بھی سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا شروع کردیا۔ برٹش سرکار نے بھی بہت سختی کا مظاہرہ کیا اور کانگریس کے تمام قومی رہنماؤں کو گرفتار کرلیا۔ اس لیے اس تحریک کے اثرات بھی رفتہ رفتہ زائل ہونے لگے۔

1944 ء میں گاندھی جی اور دیگر کانگریسی لیڈران رہا کردیئے گئے۔ ان حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد کانگریس نے طے کیا کہ جلد حصول آزادی کے لیے مسلم لیگ سے اشتراک عمل ضروری ہے۔ چنانچہ سپرو اور راج گوپال اچاریہ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے آپسی اختلافات کو دور کرنے اور ان میں مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں مہاتما گاندھی اور محمد علی جناح کے درمیان کئی ملاقاتیں ہوئیں لیکن یہ ملاقاتیں ناکام رہیں۔ اس لیے کہ جناح آزادی سے قبل ہی یعنی برطانوی اقتدار میں رہتے ہوئے پاکستان کا قیام چاہتے تھے جسے کانگریس نے مسترد کردیا۔

جنوری 1945 میں ایک مرتبہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کے حل کے لیے کانگریس پارٹی اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت کی کوشش کی گئی اور کانگریس کی طرف سے بھولا بھائی ڈیسائی اور مسلم لیگ کی طرف سے لیاقت علی خاں نے ایک سمجھوتہ کیا جس پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ وائسرائے ہند نے 21 / اگست 1945 ء کو ہندوستان میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کا اعلان کیا تھا۔ جس کے مطابق دسمبر 1945 ء میں انتخاب ہوئے جس میں آٹھ صوبوں میں کانگریس کی جیت ہوئی جبکہ دو صوبہ میں مسلم لیگ جیتی۔

جنوری 1946 ء کو وائسرائے نے اعلان کیا کہ جلد ہی ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کے ذریعہ مرتب کردہ ایک نئی انتظامیہ کانسل قائم کی جائے گی اور ایک قانون ساز مجلس بھی بنائی جائے گی۔ اس تجویز پر عمل کرنے کے لیے برطانوی کابینہ کے کئی ممبران پر مشتمل ایک وفد ہندوستان آیا جس کو کیبنٹ مشن کہتے ہیں۔ چنانچہ کیبنٹ مشن 24 / مارچ 1946 ء کو دہلی پہنچا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق مئی 1946 ء میں شملہ میں کیبنٹ مشن نے ایک آٹھ نکاتی فارمولہ پیش کیا جس کو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے مسترد کردیا۔

مسلم لیگ نے اب براہ راست ایکشن لینے کا پروگرام بنایا۔ اور 16 / اگست 1946ء کو جب مسلم لیگ نے 'ڈائرکٹ ایکشن ڈے' منایا تو ملک بھر میں فرقہ وارانہ فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ کشمکش کی حالت میں جب مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلاف کا کوئی حل نہیں نکل سکا تو 20 / فروری 1947ء کو برطانوی وزیر اعظم نے اعلان کردیا کہ جون 1948ء تک ہندوستان کا اقتدار ہندوستانیوں کے حوالے کردیا جائے گا۔ 24 / مارچ 1947ء کو جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے وائسرائے بن کر آئے تو انہوں نے دو تین ہفتہ کے اندر ہی سیاسی رہنماؤں سے مل کر یہ فیصلہ کرلیا کہ ہندوستان کی تقسیم ناگزیر ہے۔

چنانچہ جولائی 1947ء میں برطانوی پارلیامنٹ میں ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کا بل پیش کردیا گیا۔ دو تین دنوں کے اندر بل پاس ہوگیا۔ اس طرح طویل بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوگیا کہ 15 / اگست 1947ء سے ہندوستان کو تقسیم کرکے دو ٹکڑے کردیئے جائیں گے۔ اور ہندوستان کے علاوہ ایک اور ملک پاکستان کے نام سے وجود میں آئے گا۔ چنانچہ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 14 / اگست 1947ء کو پاکستان کے قیام اور آزادی اور 15 / اگست 1947ء کو آدھی رات میں ہندوستان کی آزادی کا اعلان کردیا گیا۔ ملک کی تقسیم کے ساتھ ساتھ فوج بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ آزاد ہندوستان میں گورنر جنرل کے عہدے پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو مقرر کیا گیا اور جواہر لال نہرو پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے جب کہ پاکستان میں محمد علی جناح گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ لیاقت علی خاں پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

اس طرح طویل جدوجہد کے بعد ہندوستان کو آزادی کی خوشی کے ساتھ تقسیم کا گہرا زخم بھی ملا۔

مشقی سوالات

1. جدوجہد آزادی کی تحریک پر ایک مضمون قلم بند کیجیے۔
2. ہندوستان کی تقسیم کے اسباب پر روشنی ڈالیے۔

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

بہار میں قومی تحریک کے مختلف پڑاؤ

1857ء کا انقلاب

ہندوستان کی جنگ آزادی اور قومی تحریکوں کی تاریخ کے ہر دور میں صوبہ بہار کے سپوتوں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانے میں بھی بہار کے سپوتوں نے اپنے ایثار و قربانی کی نمایاں مثالیں پیش کی ہیں جو سنہرے حروف میں لکھے جانے کے لائق ہیں۔

1857ء میں انگریزوں کے خلاف ہندوستان گیر پیمانے پر مخالفت و نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک قومی تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ یہ تحریک دراصل جنگ آزادی کی پہلی تحریک تھی۔ جسے انگریزوں نے ایک سازش کے تحت فوجی بغاوت کا نام دیا اور غلط طریقے سے غدر 1857ء کے نام سے مشہور کردیا۔ یہ الگ بات ہے کہ انگریزوں نے اس تحریک کو بزور طاقت اور سازش دبا دیا۔ لیکن وہ آزادی کی چنگاری کو بجھا نہ سکے۔

1857ء کا انقلاب ایک عظیم تاریخی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کے سیاسی، فوجی، اقتصادی اور سماجی اسباب تھے۔ ان اسباب نے انگریزی حکومت کی بنیاد کو ہلا ڈالا۔ ملک گیر پیمانے پر یہ تحریک جدوجہد آزادی کا آغاز تھا جس کے درپردہ ملکی رہنماؤں کے ذہن میں انگریزوں کی غلامی سے مکمل نجات حاصل کرنے کا مقصد کارفرما تھا۔ اس لیے انقلاب 1857ء کو تحریک آزادی کی اولین بنیاد سمجھنا چاہیے۔ انقلاب کی ابتداء بیرک پور اور میرٹھ کے فوجی کیمپوں سے ہوئی جو جنگل کی آگ کی طرح سارے ملک میں پھیل گئی۔ اس انقلاب میں صوبہ بہار بھی پیچھے نہیں رہا اور انگریز افسروں کو بہار کے مختلف مقامات پر سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ خصوصاً چمپارن ضلع کے سگولی میں سپاہیوں نے اپنے کمانڈر میجر جنرل ہومس اور اس کی بیوی کو قتل کردیا۔ یہاں تک کہ بہار کی مرکزی چھاؤنی داناپور کے رجمنٹ بھی انگریزوں سے بغاوت پر اتر آئے۔

سنتھال بغاوت

انقلاب 1857ء کے دوران یعنی 57-1855ء میں سنتھالیوں نے بھی انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ سنتھالیوں کا تعلق آدی باسی قبائل سے ہے۔ سنتھالیوں کی اس بغاوت کا دائرہ عمل بردوان سے بھاگل پور تک کا علاقہ تھا اور اس کا مرکز سنتھال پرگنہ ضلع میں راج محل سب ڈویژن کا ڈامن علاقہ تھا۔ اس بغاوت کی ابتداء دیوگھر سب ڈویژن کے روہنی گاؤں سے ہوئی تھی۔ جہاں ایک فوجی دستے کے تین سپاہیوں نے اپنے افسروں پر حملہ کر کے ایک کو ہلاک اور تین کو زخمی کر ڈالا۔ مگر یہ بغاوت فرو کر دی گئی اور تینوں سپاہیوں کو بے رحمی سے پھانسی دے دی گئی۔ وقتی طور پر انگریزوں نے اس تحریک کو کچل تو دیا لیکن آگے چل کر اس قسم کی دوسری تحریکیں علاقائی سطح پر ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی چلتی رہیں لیکن ان تحریکوں کا تعلق زیادہ تر مقامی مسائل سے تھا۔

چمپارن ستیا گرہ

تحریک آزادی کے عروج کے زمانے میں بہار میں ایک غیر معمولی واقعہ رونما ہوا جس کی وجہ سے بہار کو ہندوستان کے سیاسی منظر نامے پر ایک نمایاں مقام حاصل ہوا اور تحریک آزادی کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ ہوا۔ چمپارن میں نیل کی کاشتکاری میں انگریز ہندوستانی مزدوروں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے تھے۔ چنانچہ مزدوروں کی فریاد پر ان کی دلجوئی کے لیے گاندھی جی چمپارن پہنچے اور سچائی وعدم تشدد کو بنیاد بنا کر گاندھی جی نے ان مظلوم مزدوروں کی حمایت میں ستیا گرہ شروع کر دیا جو ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ افریقہ کے ستیا گرہ کے بعد ہندوستان میں اس کی افادیت کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس ستیا گرہ سے دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اس لیے صوبہ بہار کو ستیا گرہ کی جائے پیدائش کہنا چاہیے۔

گاندھی جی نے چمپارن پہنچ کر نہ صرف یہ کہ نیل کی کھیتی کے مزدوروں کی بے بسی کا اچھی طرح جائزہ لیا بلکہ ان کو انگریزوں کے مظالم سے آزاد بھی کرایا۔ یہ گاندھی جی کی ایک تاریخی کامیابی تھی۔ ایک طرف تحریک کاروں میں گاندھی جی، ڈاکٹر راجندر پرشاد اور انوگرہ نارائن سنہا جیسے نہتے لوگ تھے۔ دوسری طرف برٹش گورنمنٹ پوری مادی اور فوجی قوت سے تحریک کاروں کو کچل دینا چاہتی تھی۔ آخر کار حق اور اخلاقی قوتوں کی فتح ہوئی اور گاندھی جی کا یہ مشن بڑے دوررس نتائج کا حامل بنا۔ چمپارن ستیا گرہ تحریک کی کامیابی کے بعد کلی طور پر کانگریس

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

کی قیادت گاندھی جی کے ہاتھوں میں آگئی اور تحریک آزادی کی رفتار تیز ہوگئی۔

خلافت تحریک

جنگ عظیم اول کے دوران ہندوستان نے اس توقع کے ساتھ گورنمنٹ کا ساتھ دیا تھا کہ جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد ہندوستان کو آزادی حاصل ہوجائے گی۔ لیکن انگریز اپنی روایتی عیاری کے ذریعہ اپنے وعدے سے مکر گئے الٹے ایک زخم یہ دیا کہ ترکی سے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ میں پیش پیش رہے جس سے ہندوستانی مسلمانوں میں مزید ناراضگی پھیل گئی۔ اس ناراضگی کا ردعمل خلافت تحریک کی شکل میں سامنے آیا۔ اس پر رولٹ بل اور 1919ء کے جلیان والا باغ گولی کانڈ نے ہندوستانیوں پر جلتے پر تیل کا کام کیا۔ سیاسی حالات روز بروز بد سے بد تر ہوتے چلے گئے۔ سارے ملک میں بدامنی اور خلفشار کا دار دورہ ہوگیا۔ اور خلافت تحریک نے آزادی کے لیے ایک عوامی جنگ کی شکل اختیار کرلی۔ 16 /اپریل 1919ء کو پٹنہ میں مسٹر حسن امام کی صدارت میں ایک زبردست جلسہ ہوا جس میں ڈاکٹر راجندر پرشاد اور مولانا مظہرالحق جیسے قومی رہنماؤں نے پرجوش تقاریر کیں جو خلافت تحریک کے لیے زبردست پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔

1942ء کی تحریک

جدوجہد آزادی کے دوران انگریزوں کی عیاری اور غفلت سے تنگ آکر گاندھی جی نے اگست 1942ء میں 'انگریزو بھارت چھوڑو' تحریک چلائی۔ جس کے نتیجہ میں برٹش گورنمنٹ نے گاندھی جی اور دیگر تحریک کار رہنماؤں کو گرفتار کرلیا۔ جس کے نتیجہ میں برٹش گورنمنٹ کے خلاف عوامی ناراضگی نے شدت اختیار کرلی۔ ناراضگی کی اس شدت میں بہار کے عوام برابر سے شریک رہے۔ بہار کے بھی اہم رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا لیکن ان گرفتاریوں سے بھی بہار کے مجاہدین آزادی کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ پورے بہار میں ایک بار پھر طوائف الملوکی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حکومت کے اہم سرکاری دفاتر اور عمارتوں پر عوام نے دھاوا بول دیا۔ جابجا ریل کی پٹریاں بھی اکھاڑ دی گئیں۔ آمدورفت کا سلسلہ کئی دنوں تک بند رہا۔ ایسا محسوس ہونے لگا کہ اب برٹش گورنمنٹ ہندوستان میں چند دنوں کی مہمان ہے۔ بھارت چھوڑو تحریک کو دبانے کی انگریزوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ مختلف مقامات پر تحریک کاروں پر گولیاں بھی چلائی گئیں۔ بہار کے طلباء بھی اس تحریک میں پیچھے نہیں رہے اور پٹنہ سکریٹریٹ کی عمارت پر

ترنگا جھنڈا لہرانے کی کوشش کی۔ پولس نے ان پر بے شمار گولیاں برسائیں جن میں سات طلباء ہلاک بھی ہو گئے۔ ان کی یادگار 'شہید اسمارک' کی شکل میں پٹنہ سکریٹریٹ کے سامنے آج بھی موجود ہے جو ہمیں حب الوطنی، جذبۂ ایثار اور حوصلہ مندی کا سبق دیتا ہے۔ بہار کے دوسرے حصوں میں بھی سینکڑوں طلبہ نے وطن عزیز کی آزادی کے لیے جان کی بازی لگادی لیکن انگریزوں کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ صوبہ کے تمام جیل خانے بھر گئے۔ ان جیلوں میں آزادی کے متوالوں کو زدوکوب بھی کیا گیا۔ اجتماعی جرمانے بھی کیے گئے۔ تحریک کے دوران ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پورے ملک میں ظلم وستم کی کارفرمائی اور عمل داری ہے۔

کانگریس اور مسلم لیگ کی سیاست اور فرقہ وارانہ فسادات

15 راگست 1947ء کو جب ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا تو ملک کو آزادی کے ساتھ تقسیم کا کڑوا گھونٹ بھی پینا پڑا۔ تقسیم کے بعد برصغیر ہند میں پاکستان کے نام سے ایک نیا جغرافیائی، سیاسی خطہ وجود میں آیا۔ اس تقسیم کے نتیجہ میں آزادی کے ساتھ بڑے بھیانک ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ دونوں ملکوں میں آبادی کا تبادلہ ہوا۔ پاکستان سے ہندو بھاگ کر ہندوستان آنے لگے اور ہندوستان سے بھاگ کر مسلمان جانے لگے۔ تبادلے کا عمل بہت ہی جان لیوا اور تکلیف دہ تھا۔

دونوں طرف جہاں عوام کی زیادہ تر تعداد سیکولر دل و دماغ کے مزاج و میلان کے حامل افراد پر مشتمل تھی، وہیں کچھ فرقہ پرست اور شرپسند عناصر بھی موجود تھے۔ ان فرقہ پرستوں اور شرپسندوں نے اپنے اپنے مخالفین پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے۔ یہ ایک ایسی خوں چکاں داستان ہے جس کے داغ آج تک مٹائے نہیں مٹ سکے۔ لیکن جب ظلم وستم اور بربریت کا سلسلہ زوروں پر جاری تھا اس وقت اس سلسلے کو فوراً بند کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ دوسرے رہنماؤں کے علاوہ گاندھی جی نے اس سلسلے میں بہت ہی موثر کردار ادا کیا۔

کانگریس میں گاندھی جی ایسے رہنما تھے جنہوں نے اس فرقہ وارانہ فساد کو روکنے کے لیے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ کچھ اور کانگریسی لیڈران بھی جو گاندھی جی کے زیر اثر تھے وہ بھی اس فتنے اور فساد کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے بھی فرقہ پرستی کی اس آگ کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں انہیں بڑی حد تک کامیابی بھی ملی۔

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

ناعاقبت اندیش انگریز حکمراں اور بعض ہندوستانی سیاست دان کی حکمت عملی کی وجہ سے ہزار برس کی ہندو مسلم اتحاد کی مستحکم روایت کو اس فساد سے زبردست جھٹکا لگا لیکن جلد ہی یہ دونوں فرقے کسی حد تک سنبھل بھی گئے، دونوں یہ سمجھنے لگے کہ اس فساد کی آگ میں کچھ لوگ اپنی مفاد پرست سیاست کی روٹی سینک رہے ہیں۔ انہیں عوامی مفاد سے کوئی خاص دل چسپی نہیں۔

مشقی سوالات

1. 1857ء کے انقلاب کے واقعہ کو مختصراً بیان کیجیے۔
2. سنتھال بغاوت سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
3. چمپارن ستیاگرہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ بیان کیجیے۔
4. 1942ء کی بھارت چھوڑو تحریک کے نتائج پر روشنی ڈالیے۔
5. جدوجہد آزادی میں کانگریس کے کردار کا جائزہ لیجیے۔

وَندے ماترم

سُجلام سُفلام مَل یَج شیتلام،

شسیَ ۔شیام لام مَاترَم

وَندے مَاترم!!

شُوبھر۔جیوتسنا۔پُلکِت ۔یامینیم،

پھُلّ۔کوسُومِت ۔دُرم دَل۔شُوبھینیم

سُوہاسنیم،سومدھُر بھاشینیم،

سُوکھدَام،وَردام،مَاترَم!!

وَندے مَاترَم!!

ROSHNI

(Urdu Supplementary Reader for Class-IX)

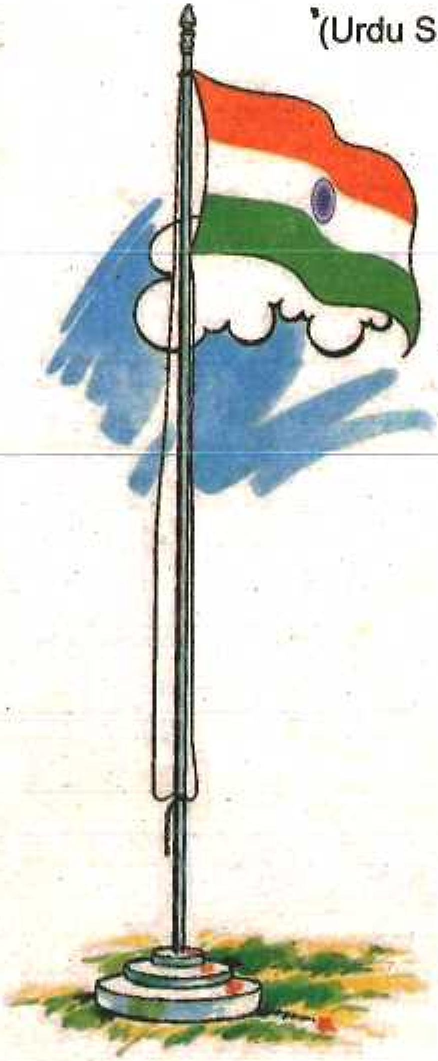

قومی ترانہ

جَن گَن مَن اَدھینایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا !
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اُتکل بنگ !
وِندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اُچھل جل دھی ترنگ !
تَو شبھ نامے جاگے،
تَو شبھ آشش ماگے،
گاہے تَو جے گاتھا !
جَن گَن منگل دایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا !
جیہ ہے، جیہ ہے، جیہ ہے،
جیہ جیہ جیہ، جیہ ہے !

बिहार स्टेट टेक्स्टबुक पब्लिशिंग कॉरपोरेशन लिमिटेड, बुद्ध मार्ग, पटना–1
BIHAR STATE TEXTBOOK PUBLISHING CORPORATION LTD., BUDH MARG, PATNA-1

मुद्रण : बब्लू बाईंडिंग हाऊस, पटना कोल्ड स्टोरेज, पटना-6

مہاتما گاندھی کی قیادت میں قومی تحریک کی سرگرمیاں

افریقہ سے واپسی کے بعد گاندھی جی ہندوستان کی تحریک آزادی میں شامل ہوئے اور جلد ہی ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا۔ اب گاندھی جی رفتہ رفتہ ہندوستانی سیاست میں آندھی بنتے جارہے تھے۔ ان کے دوروں اور اخباری بیانات نے تحریک آزادی میں ایک لہر سی دوڑا دی تھی۔ شروع میں زیادہ تر کانگریسی لیڈران گاندھی جی کے تعلق سے شک و شبہ میں مبتلا تھے۔ ان کا خیال تھا کہ گاندھی جی بہت تیز اور دور جارہے ہیں۔ اس کے باوجود گاندھی جی کانگریس کے تقریباً سبھی اجلاس میں شرکت کرتے تھے۔ اجلاس میں ان کی عزت ہونے لگی تھی۔ وہ سمندر پار کے ہندوستانیوں کے مسائل پر سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ امرتسر کے 1919ء کے اجلاس میں انہوں نے زیادہ گرم جوشی سے حصہ لیا تھا۔

چنانچہ کلکتہ کے کانگریس اجلاس میں عدم تعاون کا ریزولیوشن 1855ء ووٹوں کی حمایت اور 873 ووٹوں کی مخالفت سے پاس ہوگیا۔ گاندھی جی نے اس جیت میں غیر معمولی ضبط نفس اور انکساری کا مظاہرہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند مہینوں کے اندر سی آر داس اور لالہ لاجپت رائے اور دیگر کانگریسی قائدین عدم تعاون تحریک کے ہراول دستہ میں نظر آنے لگے۔ کانگریس کو تقسیم کیے بغیر گاندھی جی نے اپنے طے شدہ پروگراموں کو چلانے میں کامیابی حاصل کی۔

دسمبر 1920ء میں کانگریس کے اجلاس میں انڈین نیشنل کانگریس کا ترمیم شدہ آئین جو زیادہ تر گاندھی جی کا تیار کردہ تھا پاس کردیا گیا جس میں کانگریس کا عقیدہ یوں بیان کیا گیا: ہر جائز اور پرامن طریقے سے سوراج کا حصول؛ اس طرح کانگریس کے دستور میں ستیہ گرہ بھی داخل ہوگئی۔ دیہی کانگریس کمیٹی کانگریس کی سب سے چھوٹی تنظیمی اکائی قرار پائی۔ اب کانگریس کے دروازے چھوٹے چھوٹے قصبے اور دیہات کے لوگوں کے لیے بھی کھل گئے جن کی سیاسی بیداری کی رفتار کو گاندھی جی تیز کررہے تھے۔

گاندھی جی کی تحریروں اور تقریروں نے ہندوستانی عوام میں ایک نیا جوش بھر دیا تھا۔ اب گاندھی جی، مہاتما یعنی عظیم روح بن چکے تھے۔ انہوں نے ہندوستانیوں کے دلوں کے اندرونی تار کو چھو لیا تھا۔ بہادری اور قربانی کے لیے ان کی پکار پر لوگ جوش و خروش سے لبیک کہنے لگے تھے کیونکہ وہ خود ان صفات کے عملی نمونہ تھے۔ جن لوگوں نے اپنی کثیر آمدنی کو چھوڑ دیا، یا اپنے پیشے تیاگ دیئے ان میں گاندھی جی، سردار ولبھ بھائی پٹیل اور سی راج گوپال اچاریہ نمایاں طور پر شامل تھے۔

1921ء ہندوستان کے لئے سیاسی بیداری کا سال تھا۔ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ عدم تعاون کی تحریک بھی زور پکڑتی چلی گئی۔ ایک سال کے اندر سوراج کے امکان نے صدیوں کے بندھن توڑ پھینکے اور خوف کا ماحول ختم ہو گیا۔

اس زمانہ میں گاندھی جی لگاتار متحرک اور مصروف رہتے تھے۔ وہ پورے ملک کا دورہ کرتے اور لیڈروں سے رابطہ بنائے رکھتے۔ کبھی ان کی رہنمائی کرتے کبھی انہیں مشورہ دیتے اور کبھی انہیں جھڑکتے بھی تھے۔ ان کی روزانہ کی ڈاک بہت زیادہ ہونے لگی تھی اور وہ اس پر ذاتی توجہ دیتے تھے۔

عوام کی بیداری جس میں گاندھی جی کی تحریک کام کر رہی تھی اس سے گاندھی جی کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ان کا پیغام بہت سادہ تھا۔ ہندوستان کی غلامی، برطانوی بندوقوں سے کہیں زیادہ خود ہندوستان کی کمزوریوں کی بدولت تھی۔ اگر ہندوستان کی اجتماعی زندگی چھوت چھات، فرقہ وارانہ جھگڑے، شراب نوشی، نشہ بازی اور غیر ملکی کپڑوں اور برٹش سرکار کی طرف یا اس کے امداد سے چلنے والے اداروں سے نجات پا لیا جائے تو اس سے ہندوستانیوں کو ایک نئی طاقت مل سکتی ہے۔ سوراج ہمیں برطانوی پارلیمنٹ کی طرف سے تحفے کے طور پر نہیں آئے گا بلکہ ہمیں اپنے خون پسینے سے سوراج حاصل کرنا ہوگا۔

دسمبر 1921ء کے آخری ہفتہ میں پرنس آف ویلس کو کلکتہ جانا تھا۔ کلکتہ میں ہڑتال اور مخالفانہ مظاہروں سے بچنے کے لیے وائسرائے نے حکومت اور کانگریس کے مابین صلح کرانے میں مدن موہن مالویہ کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی۔ 16 دسمبر 1921ء کو مالویہ جی نے گاندھی جی کو تار کے ذریعہ مطلع کیا وہ کہ وائسرائے کے پاس ایک وفد اس غرض سے لے جانا چاہتے ہیں کہ گول میز کانفرنس بلائے جانے پر زور دیں۔

گاندھی جی یہ معلوم کرنے کا پورا حق رکھتے تھے کہ یہ گول میز کانفرنس کب اور کہاں ہوگی اور اس میں کون کون لوگ شامل ہوں گے۔ گاندھی جی عدم تعاون اور خلافت تحریک دونوں کے لیڈر تھے اور وہ خلافت کے لیڈروں کا ساتھ بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ مصالحت کی اس گفتگو سے جو اختلافات رونما ہوئے تھے اس کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ مالویہ اور سی آر داس نے اس کی قدر و قیمت متعین کرنے میں مبالغے سے کام لیا تھا۔ بہر حال مصالحت نہ ہوسکی اور حکومت و کانگریس کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے۔

دسمبر 1921ء اور جنوری 1922ء میں تقریباً تیس ہزار افراد گرفتار کرلیے گئے۔ رضا کار جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ جلسے اور جلوسوں کو طاقت کے زور پر منتشر کردیا گیا کانگریس اور خلافت کے دفاتر پر آدھی رات کو چھاپا ماری کی جانے لگی اور سیاسی قیدیوں کے ساتھ سخت سلوک کیا جانے لگا۔ دسمبر 1921ء میں احمد آباد میں انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس ہوا جس میں گاندھی جی کو پورے اختیارات سونپ دیئے گئے۔ کانگریس کے اندر گاندھی جی پر یہ دباؤ بڑھ رہا تھا کہ وہ تحریک کی رفتار تیز کردیں اور عوامی سول نافرمانی کی تحریک چلادیں۔ گاندھی جی کے پاس ستیہ گرہ ایک مضبوط حربہ تھا۔ لیکن گاندھی جی نے کانگریس کمیٹیوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ عام سول نافرمانی تحریک شروع نہ کریں بلکہ گاندھی جی خود بعض منتخب علاقوں میں جو تحریک چلا رہے تھے وہ ان کو دیکھتے رہیں اور انتظار کریں۔ انہوں نے عوامی سول نافرمانی تحریک کو ایک زلزلہ سے تشبیہ دی۔

اس سلسلے مین گاندھی جی کا یہ پلان تھا کہ پہلے ایک ضلع میں سول نافرمانی کریں گے۔ اگر اس میں کامیابی ملی تو پڑوس کے ضلع میں اس کا تجربہ کریں گے۔ یہاں تک کہ پورے ملک میں یہ تحریک پھیل جائے گی۔ اگر اس عمل کے دوران کسی طرح کا بھی کوئی تشدد ہوا تو اس کو پرامن تحریک نہیں کہا جاسکتا۔

جب نومبر 1921ء میں پرنس آف ویلس بمبئی آئے تو وہاں بری طرح فسادات بھڑک اٹھے۔ تو گاندھی جی نے سول نافرمانی تحریک کو ملتوی کردیا مگر دو مہینہ بعد جب کانگریس کارکنوں اور رضا کاروں کو انگریزوں نے اندھا دھند گرفتار کرنا شروع کردیا تو گاندھی جی کو پورے حالات کا از سرنو جائزہ لینا پڑا۔ گاندھی جی نے پھر اپنی ذاتی نگرانی میں گجرات میں عوامی سول نافرمانی تحریک شروع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ گاندھی جی جو قدم اٹھانے والے تھے اس کے بارے میں انہوں نے مدلل طور پر وائسرائے کو لکھ بھیجا اور کہا کہ مئی 1921ء میں جو گاندھی ریڈنگ

مذاکرات میں سمجھوتہ ہوا تھا اس سمجھوتہ کے تحت عدم تعاون تحریک کے تمام قیدیوں کو اگر ایک ہفتہ کے اندر رہا نہیں کیا گیا اور پریس پر سے پابندیاں نہیں اٹھائی گئیں تو برٹش گورنمنٹ کے خلاف عوام غیر متشددانہ بغاوت شروع کر کے عوامی سول نافرمانی تحریک شروع کر دی جائے گی۔ لیکن گورنمنٹ نے گاندھی جی کے الٹی میٹم کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار اور کانگریس میں ٹکراؤ ناگزیر ہو گیا اور گاندھی جی کی قیادت میں کانگریس کی تحریک آزادی نے زور پکڑ لیا۔

مشقی سوالات

1. تحریک آزادی میں گاندھی جی کے کردار کا جائزہ لیجیے۔
2. گاندھی جی کی عدم تشدد پالیسی پر روشنی ڈالیے۔

بھگت سنگھ اور دیگر انقلابی رہنما

جدوجہد آزادی کی تاریخ میں سردار بھگت سنگھ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ بھگت سنگھ نے مادروطن کی آزادی کے لیے جان کی قربانی دی اور ہنستے ہوئے پھانسی کے تختے پر چڑھ گئے مادروطن کے اس سپوت کی پیدائش اکتوبر 1907ء کو سنیچر کے دن لاہور کے مضافات لائل پور میں ہوئی۔ ان کے خاندان کا سلسلہ ایک مشہور اور بہادر خالصہ سردار سے ملتا ہے۔ بھگت سنگھ کے والد کا نام سردار کشن سنگھ تھا۔ کشن سنگھ بھی تحریک آزادی ہند سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور اپنی حب الوطنی کے لیے مشہور تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے لیے سردار بھگت سنگھ کا نام ڈی۔اے۔ دی پبلک اسکول میں لکھوایا گیا، اسی اسکول سے بھگت سنگھ نے میٹرک پاس کیا اور نیشنل کالج چلے گئے۔ جب 1925ء میں کانپور میں کانگریز کا اجلاس چل رہا تھا تو اس وقت بھگت سنگھ نویں درجہ میں پڑھ رہے تھے۔ ان کی طبیعت کا انقلابی رجحان انہیں کانگریس اجلاس کی طرف کھینچ کرلے گیا۔

کالج میں بھگت سنگھ کا میل جول ہم خیال ہونے کی وجہ سے لیش پال اور سکھدیو سے ہوا۔ ابھی وہ چودہ سال کے ہی تھے کہ ان کے دل نے مادروطن کی خدمت کے لیے مجبور کیا۔ چنانچہ انہوں نے پنجاب میں باغیانہ سوسائیٹیوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ برٹش گورنمنٹ کے محکمہ خفیہ نے اس باغی سوسائٹی کا بھی پتہ چلا لیا اور اکثر لوگوں کو گرفتار کرلیا لیکن بھگت سنگھ نے اپنے آپ کو گرفتاری سے بچالیا اور دوسری جماعت قائم کرنے کے لیے پنجاب چھوڑ کر کانپور چلے گئے۔ وہاں ان کی ملاقات گنیش شنکر ودیارتھی سے ہوئی جو ہندو مسلم اتحاد کے بڑے علم بردار تھے اور اسی کوشش میں آخر کار اپنی جان دے دی۔ اس قسم کی ایک باغی پارٹی پہلے سے کانپور میں موجود تھی۔ چنانچہ بھگت سنگھ اس پارٹی کے ممبر بن گئے۔ یہیں سے بھگت سنگھ کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا اور وہ اسی پارٹی کو سینچنے اور منظم کرنے میں لگ گئے اور وطن کی آزادی کے لیے سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔ ادھر یوپی اور پنجاب کے علاقوں میں سچندر رسانیال، جوگیش چندر چٹرجی اور رام پرشاد بسمل وغیرہ کی بنائی ہوئی مختلف تنظیموں نے مل کر ایک

پارٹی کی شکل اختیار کرلی اور الہ آباد میں ایک جلسہ کیا گیا اور اس پارٹی کا نام ہندوستان ریپبلکن ایسوسی ایشن قرار پایا۔ بھگت سنگھ بھی اس پارٹی میں آکر مل گئے۔ پارٹی نے ان کا نام بلونت رکھا۔ اب بھگت سنگھ اسی نام سے اخباروں میں مضامین لکھنے لگے۔ جوگیش چندر چٹرجی کا فرضی نام رائے تھا۔

1926ء میں کاکوری کے مقام پر مشہور ٹرین ڈکیتی کا حادثہ پیش آیا جس میں ہندوستانی ری پبلکن پارٹی کے ارکان نے ایک چلتی ہوئی ٹرین کو کاکوری کے مقام پر روک کر سرکاری خزانہ لوٹ لیا۔ برٹش گورنمنٹ کی خفیہ پولس نے نہایت سرگرمی سے اس انقلابی جماعت کا پتہ لگا لیا جس کا تار و پود پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ اس موقع پر بھگت سنگھ چھپ کر لاہور چلے گئے۔ اسی دوران بھگت سنگھ نے لالہ لاجپت رائے کے قائم کیے ہوئے نیشنل کالج میں پھر داخلہ لیا اور پوری یک سوئی کے ساتھ سیاسیات، تواریخ اور اقتصادیات کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے۔ یہاں ان کے دو اور وفادار ساتھی سکھ دیو اور بھگوتی چرن تھے۔

نیشنل کالج کے کتب خانہ میں سردار بھگت سنگھ کی رہنمائی سے کتابوں کا ایک حیرت انگیز ذخیرہ جمع ہوگیا۔ بھگت سنگھ مطالعہ کے علاوہ انقلابی جماعت کے خفیہ جلسوں میں شرکت بھی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پورے ملک کے خفیہ اراکین سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ ٹرین ڈکیتی کانڈ میں ہندوستانی ری پبلکن پارٹی کے اکثر اراکین جیل میں ڈال دیئے گئے جس کی وجہ سے پارٹی کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ بھگت سنگھ نے ازسرنو کانپور کے وجئے کمار سنہا اور لاہور کے سکھ دیو کی مدد سے پارٹی کو ازسرنو منظم کیا۔

اس دوران 1927ء میں لاہور میں ایک رام لیلا جلوس پر کسی نے بم پھینک دیا۔ اس سلسلہ میں پولس نے سب سے پہلے بھگت سنگھ کو گرفتار کرلیا۔ اور ان پر مقدمہ چلا۔ طویل بحث کے بعد پھر بھگت سنگھ رہا کردیئے گئے۔ اسی زمانے میں نوجیون بھارت سبھا کے نام سے بھگت سنگھ نے ایک نئی تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کو بھگت سنگھ جداگانہ انداز سے منظم کرنا چاہتے تھے اور کانگریس کی سیاست سے اس کو الگ رکھنا چاہتے تھے۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد کسانوں اور مزدوروں کی مالی حالت کو بہتر بنانا تھا۔ اس لیے اس کی تمام تحریکیں کمیونسٹ پارٹی سے مماثلت رکھتی تھیں۔

اب بھگت سنگھ کے مزاج میں ایک عظیم تبدیلی واقع ہوئی۔ اور وہ سوشلسٹ اصولوں کی طرف مائل ہونے لگے۔ 1928ء میں بھگت سنگھ نے اپنی انقلابی جماعت کے ارکان کو پھر سے متحد کیا جو ان کی قید کے زمانے میں منتشر ہوگئی تھی اور اپنے قریبی انقلابی وجئے کمار سنہا کو مختلف جگہ بھیجتے رہے۔ اسی سال دہلی کے پرانے قلعہ نے